ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

خودنوشت ''کھوئے ہوؤں کی جستجو'' میں سیاسی تناظرات

POLITICAL PERSPECTIVES IN AUTOBIOGRAPHY " KHOAY HOWON KI JUSTAJO"

*ڈاکٹر عرفان توحید

**صائمہ اقبال

***ڈاکٹر پروین کلو

ABSTRACT:

In the autobiography of Shohrat Bukhari, the reader gets a deep socio-political awareness of the author. In his autobiography, the author narrates in detail the various movements against the colonial-minded policies of the British government. The author tells in his biography, the story of the struggle for the establishment of Pakistan from the rise of Tehreek-e-Pakistan, along with the world's biggest migration issues while the foundation of Pakistan was being laid, the power of ups and downs of different political parties, the causes and effects of the fall of Dhaka, and the effects of foreign domination during the various governments of Pakistan have been described in detail. A special thing about his autobiography is that it also highlights the actions and roles of many Pakistani literary personalities. That is why the social, Political and literary atmosphere of the twentieth century has been thoroughly inscribed in this autobiography.

KeyWords: *Autobiography, Social, Political,Perspectives, Tehrek-e-Pakistan, Foundation of Pakistan*

کلیدی الفاظ: خودنوشت، سیاسی، سماجی، تناظرات, تحریک پاکستان، قیام پاکستان

سرگزشت لفظ پر اگر غور کیا جائے تو اس کا مطلب سمجھنا بہت آسان ہے کیوں کہ اس میں فرد اپنی بیتی کہانی بیان کرتا ہے۔ اردو میں کسی شخصیت کی داستان حیات کو تحریری صورت میں بیان کرنے کو "خودنوشت" یا "آپ بیتی" کا نام دیا جاتا ہے جب کہ پنجابی زبان میں "ہڈ بیتی" اور انگریزی میں "آٹو بائیو گرافی" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

**لیکچرار شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

***ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

خود نوشت صرف حالات و واقعات ہی نہیں بلکہ عموماً تحریر کرنے والے کی دلی کیفیات، احساسات، مشاہدات اور جذبات کے متعلق اس کی سوچ کی ترجمانی کرتی ہے۔[۱] ایک معیاری آپ بیتی میں زندگی کا احوال اس انداز سے بیان کیا جاتا ہے جس طرح وہ حالات کسی کی زندگی میں گزرتے رہے ہیں۔ ان اچھے برے واقعات کو تحریر کرنے کے لیے بھی مہارت درکار ہے۔[۲] تحریری مہارت کے ساتھ ساتھ ادب کی خواہ کوئی بھی صنف کیوں نہ ہو اس میں صداقت اولیت کی حامل رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ ادیب حضرات اس پر کم عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن جہاں تک آپ بیتیوں کی بات ہے اس میں تو کھرا سچ پہلی شرط ہے۔[۳] اس ضمن میں ڈاکٹر محمد عمر رضا رقم طراز ہیں:

"اس حقیقت سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خود نوشت نگاری کا فن بے حد مشکل
اور صبر آزما ہے اور خود نوشت سوانح لکھنا کانٹوں پر چلنے کے مترادف ہے۔"[۴]

اُردو کی آپ بیتیوں میں سیاسی و سماجی نوعیت کی حامل خود نوشتوں کی اگر بات کی جائے تو بہت سی قابل قدر شخصیات کی آپ بیتیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن بنظر غائر تجزیہ کیا جائے تو اس قسم کی آپ بیتیوں کا سرمایہ انتہائی کم ہے۔ زیر نظر مقالہ میں نامور شاعر و ادیب شہرت بخاری کی آپ بیتی " کھوئے ہوؤں کی جستجو" میں ان کے سیاسی و سماجی شعور کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ انھوں نے خود نوشت کے آغاز میں اپنے آباؤ اجداد کی سکونت، ہجرت، معاشی و معاشرتی حالات، خاندان کی سماجی صورت حال، راجستھان، بہاول پور اور دِلّی کے تہذیبی اثرات کا تذکرہ، مذہبی گھرانے کی روایات کی پاس داری کا چلن اور ان کے ننھیال کا مختصر احوال بیان کیا ہے۔

اس زمانے میں ہندوستان کی سیاست میں انگریزوں کے خلاف احتجاج کی کئی تحاریک زور پکڑ رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس دور میں لاہور کا دِلّی دروازہ سیاسی جلسے، جلوسوں کا مرکز تھا۔ مصنف کے والد کو سیاست سے خاص دل چسپی تھی لیکن صرف تقاریر سننے کی حد تک، انہیں سیاسی تحریکوں یا جماعتوں سے کچھ لینا دینا نہ تھا۔ ان کی نظر میں ہر اچھا خطیب یا مقرر کسی ہیرو سے کم نہیں ہوتا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، سیّد عطا اللہ شاہ بخاری، مولانا غلام مرشد، مولانا داؤد غزنوی، مولانا احمد علی اور حافظ کفایت اللہ سے مصنف کے والد کو خاص عقیدت تھی۔ اس دور کا ہندوستانی مسلمان مسلم کش پالیسیوں کی بدولت انگریزوں سے شدید نفرت کرتا تھا۔ کوٹ، پتلون اور ٹائی پہننے والے کو معیوب سمجھا جاتا اور اسے ''ٹو ڈی بچہ'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ مسلمانوں کو اس بات کا احساس تھا کہ انگریز اپنی بود و

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

باش، سماجی زندگی اور مذہبی و لسانی تفاوت کی بنا پر ہندوستان میں صرف اپنی ملازمت کے ایام گزارنے کے بعد یہاں سے جانے والے ہیں۔ انگریز اپنا جو نظامِ حکومت یہاں چھوڑ کر جائیں گے، وہ پارلیمانی ہو گا۔ پارلیمانی نظام حکومت میں چونکہ عوام کی اکثریت کی رائے کو ہی مقدم جانا جاتا ہے، اس لیے ہندوستان میں انگریز کی حکومت کے اختتام پر ہندوؤں کی حکومت قائم ہونے کا خدشہ تھا اور مسلمان قوم پھر سے غلام در غلام رہ جانے کے اندیشوں کا شکار تھی۔ چوں کہ تعصب پسندی میں ہندو قوم انگریزوں سے بھی کہیں بڑھ کر تھی اس لیے ہندو، انگریزوں سے بھی کہیں بڑھ کر ظالم حکمران ثابت ہوسکتے تھے۔

اس بات کی ایک عملی مثال یہ بھی تھی کہ تحریک خلافت کے عروج کے دورانِ گاندھی کے منافقانہ کردار کی وجہ سے مسلمان آل انڈیا کانگریس سے سخت بددل اور متنفر ہو چکے تھے اور آہستہ آہستہ ہندو مسلم اختلافات کی ایسی ہوا چلی جس نے بعد میں آندھی کا روپ دھار لیا تھا۔ رہی سہی کسر ہندو انتہا پسندوں کی "شردھا نند تحریک" نے پوری کر دی تھی یہی وجہ تھی کہ اس تحریک کے آغاز کے بعد مسلم دشمنی میں مزید اضافہ دیکھنے میں آرہا تھا۔ ان دنوں مسلمانوں میں فرقہ وارانہ فسادات کی آگ کو بھی سوچی سمجھی سازش کے تحت بھڑکا دیا گیا تھا۔ ہندوستان کے بڑے شہروں میں مسلم مسالک کے درمیان فروعی اختلافات کو ہوا دی گئی۔ ان اختلافات کا براہِ راست فائدہ ہندوؤں اور انگریز حکومت کو ہوتا تھا۔ اس دور میں تفرقہ پرستی سے نقصان صرف مسلمانوں کا ہوتا، جو کہ دوسری اقوام کی نسبت مزید کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی تھی۔ ہندو مسلم منافرت اس قدر بڑھ چکی تھی کہ رہائشی محلے اور تعلیمی ادارے تک الگ الگ قائم کر دیئے گئے تھے۔ لاہور شہر میں عام مسلمان اپنے بچوں کو حمایت اسلام کے سکولوں اور کالجوں میں جبکہ ہندو اپنے بچوں کو ڈی۔اے۔وی ہائی سکول یا سناتن دھرم سکول میں داخل کرواتے تھے۔ ان دنوں عام تاثر یہ تھا کہ انگریز پرستوں اور دولت مند لوگوں کے بچے سنٹرل ماڈل سکول، ایف۔سی کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کروائے جاتے تھے۔ دیال سنگھ سکول اور کالج ان دنوں فرقہ پرستی سے بچا ہوا تھا، کیونکہ یہ ادارہ ٹرسٹ کے زیرانتظام تھا لیکن ٹرسٹ میں کسی مسلمان کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں ہندو اساتذہ کی کثرت تھی، صرف چند مسلمان استاد تھے۔ ان میں شمس العلماء علامہ مولانا احسان اللہ خان، تاجور نجیب آبادی اور سیّد عابد علی عابد شامل تھے۔

شہرت بخاری نے اپنی سرگزشت میں غازی علم الدین شہید عاشق رسول کا ذکر مفصل انداز میں کیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

ہے۔اس واقعے کی تفصیل مصنف نے یوں بیان کی ہے کہ ان دنوں راج پال نام کا ایک ہندو تاجر کتب تھا، جو کہ نعوذ باللہ ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب شائع کروا کر توہین رسالت کا مرتکب ہو چکا تھا۔اس توہین آمیز کتاب کا چھپنا تھا کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کا اضطراب آسمان کو چھونے لگا۔ان دنوں دِلّی دروازے کے باغ میں مسلمانوں کا ایک فقیدالمثال جلسہ منعقد کروایا گیا جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے حرمتِ رسول ﷺ پر ایک پُر اثر تقریر فرمائی۔اس تقریر کا سننا تھا کہ علم الدین نے مسجد میں فجر کی نماز ادا کی اور وہاں سے سیدھا تاجر کتب ملعون راج پال کی دکان پر پہنچ کر اسے جہنم واصل کر دیا۔گستاخ رسول کی موت پر تمام ہندوستانی مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، مسلمانوں کی تمام مذہبی، سیاسی اور سماجی جماعتیں اختلافات بھلا کر یک جان ہوگئی تھیں۔قائداعظم محمد علی جناح بمبئی سے لاہور تشریف لائے اور جیل میں علم الدین سے ملاقات کی۔کچھ عرصہ کیس چلنے کے بعد بالآخر غازی علم الدین کو عدالت کی طرف سے پھانسی کی سزا کا حکم ہوا اور علم الدین غازی سے شہید کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

خودنوشت میں مصنف نے ''مسجد شہید گنج'' کے مسئلے کے بارے میں مسلمانوں کے جذبات کو الفاظ کا روپ دینے کی کوشش کی ہے۔مسجد شہید گنج کی تاریخی صورت حال کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں کہ لاہور میں نو لکھا بازار کے پاس پندرہویں صدی کے ایک بزرگ شاہ کاکو چشتی کا مزار تھا، جسے بعد میں بہادر ظفر جنگ کے بیٹے نے دارا شکوہ مغل شہزادے کے دور میں یہاں پر ایک مسجد تعمیر کروائی تھی، اس مسجد کا نام ''مسجد شہید گنج'' رکھا گیا تھا۔بعد میں سکھوں کے عہد میں راجا شیر سنگھ نے مزار اور مسجد شہید گنج پر قبضہ کر کے اس کا نام ''گورودوارہ شہید گنج'' رکھ دیا کیونکہ اس مقام پر مغل دور حکومت کے دوران بہت سے باغی سکھوں کو قتل کیا گیا تھا۔انگریز حکومت کے دوران بھی مسجد کی جگہ پر سکھوں کا قبضہ بدستور برقرار رہا۔ ۱۹۳۵ء میں سکھوں نے مسجد کو مسمار کر کے یہاں باقاعدہ نئے سرے سے گوردوارہ تعمیر کرنے کی منصوبہ بندی کر لی۔مولانا ظفر علی خان کی پرجوش تقاریر نے مسلمانوں کے جذبات کو مزید بڑھا دیا۔ان دنوں مولانا ظفر علی خان کو گرفتار کر لیا گیا تو مولانا کے بیٹے مولانا اختر علی خان کی تقریر کے بعد ایک بڑا جلوس بادشاہی مسجد سے مسجد شہید گنج کی طرف بڑھا۔دِلّی دروازے کے باہر انگریز فوج سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو بہت سے مسلمان گولیوں کی زد میں آ کر شہید ہو گئے۔اس واقعہ کے بعد سکھ یہاں پر گوردوارہ تعمیر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

نہ کر سکے۔

شہرت بخاری نے خودنوشت میں قیام پاکستان سے قبل ۱۹۴۶ء کی سیاسی صورت حال کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔اس دور میں ہندوستانی مسلم الگ وطن کے حصول کے لیے بھرپور انداز میں کوشاں تھے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ملک خضر حیات ٹوانہ کی حکومت کے خلاف سیاسی محاذ پر مسلم لیگ باقاعدہ طور پر صف آراء تھی۔ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں پہلی دفعہ مرد حضرات کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی جلسوں میں بطور خاص حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔اس دور میں یونینسٹ جماعت ہندو اور سکھ حمایت کے باوجود مسلمانوں کے پرجوش مظاہروں کی تاب نہ لا سکی۔یکم مارچ ۱۹۴۶ء کو ملک خضر حیات ٹوانہ کی حکومت کو مستعفی ہونا پڑا تھا۔ ہندوستان کے طول و عرض کے مسلمانوں میں حکومت کے خاتمے کی خبر نے خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔ان دنوں عام مسلمانوں میں بھی اپنے حقوق کی جنگ لڑنے کا شعور بیدار ہو چکا تھا۔قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت سحر انگیز تھی۔مصنف کا کہنا ہے کہ وہ قائداعظم کے جلسوں میں بطور خاص شامل ہوا کرتے اور جب قائد انگریزی زبان میں اپنی گرج دار آواز کے ساتھ خوداعتمادی سے تقریر کا آغاز کرتے تو حاضرین محفل بڑے انہماک سے ان کی تقریر کو سنا کرتے تھے۔اکثر یہ دعا کی جاتی تھی کہ کاش کوئی معجزہ ہو جائے اور مولانا آزاد بھی قائداعظم کے ہمنوا بن جائیں۔تحریک پاکستان کے جلسوں میں قائداعظم محمد علی جناح کی تقاریر اور عوامی جوش و خروش کے بارے میں مصنف آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

> ”قائداعظم بارہا لاہور آئے... کئی بار اسلامیہ کالج میں گئے۔یہیں دو مرتبہ میں نے قریب سے انہیں دیکھا۔میں ایسی روشنی کا تجزیہ نہیں کر سکتا۔جو میں نے ان کے چہرے پر سجی ہوئی دیکھی تھی۔ان کا لاہور میں آنا واقعہ ہوتا تھا۔ لوگ ان کی آواز کے شیدائی تھے۔ان کی ایک جھلک دیکھنے کو تڑپتے تھے۔ انہیں نجات دہندہ جانتے تھے۔“(۵)

قائداعظم محمد علی جناح پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ انگریز حکومت کے ہندوستان چھوڑنے سے پہلے مسلم قوم اگر اپنا حق آزادی حاصل کر سکی تو ٹھیک ورنہ ہندوؤں کے زیرتسلط مسلمانانِ ہند کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو گا۔بالآخر مسلم لیگ کے قائدین کی مساعی بارآور ثابت ہوئی، مسلم قوم کی قربانیاں رنگ لے آئیں اور ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر نیا اسلامی ملک اُبھرا۔آزادی کے حصول سے پہلے اور بعد میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

توحید پرستوں کی جانوں نے جانے کتنی مرتبہ خون کی ندیاں بہا کر آزادی کی قیمت ادا کی ہو گی، اس کا اندازہ لگانا ناممکن امر ہے لیکن قیامِ پاکستان کے بعد ماسٹر تارا سنگھ کی تحریک پر سکھوں اور ہندوؤں نے مل کر مسلمانوں کے قتل و غارت کا جو بازار گرم کیا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔مصنف آپ بیتی میں قیام پاکستان کے دن، دل دہلا دینے والے ظلم و ستم کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”ماسٹر تارا سنگھ کی لگائی ہوئی آگ پورے پنجاب میں پھیل چکی تھی۔مگر مسلمان پرجوش تھا۔چودہ اگست ۱۹۴۷ء کے طلوع کے ساتھ مشرقی پنجاب دِلّی اور آس پاس سے مہاجرین کے قافلے لاہور میں داخل ہونا شروع ہوئے... یہاں عالم یہ تھا کہ مردوں عورتوں اور بچوں کے کٹے ہوئے اعضا زیادہ تھے۔سالم مرد یا عورت یا بچہ خال خال تھا... گاڑی کے ڈبے بندوقوں کی گولیوں سے چھلنی ہو رہے تھے۔مسلمانوں کا خون ڈبوں سے باہر بہہ رہا تھا۔لوگوں کی چیخ و پکار نے اس منظر کو اور بھی کرب ناک بنا دیا تھا۔“(۶)

قیام پاکستان کے وقت مصنف دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کے عینی شاہد تھے۔اس لیے انہوں نے ریلوے اسٹیشن لاہور پلیٹ فارم نمبر۲ پر جو دل دہلا دینے والے مناظر دیکھے وہ کسی قیامت سے کم نہیں تھے۔ رضاکار بڑی تعداد میں اس روز مہاجرین کی لاشوں کو ریل گاڑی کے ڈبوں سے نکال رہے تھے۔ایک عورت کو جب باہر نکالا گیا تو اس کے دونوں بازو، ناک اور سینہ کٹا ہوا اور جسم بے لباس تھا لیکن وہ اس وقت تک سانسیں لے رہی تھی۔دوسرے ڈبے سے ایک مرد کو نکالا گیا جس کی دونوں ٹانگیں اور عضو تناسل کو کاٹ دیا گیا تھا۔مصنف نے والٹن لاہور میں قائم کردہ مہاجرین کے کیمپ کی بھی آنکھوں دیکھی صورت حال کو آپ بیتی میں بیان کیا ہے کہ ریلوے سٹیشن لاہور کے مناظر سے ملتی جلتی صورت حال والٹن کیمپ میں بھی انھیں دکھائی دی تھی۔مہاجرین کے لیے اہل لاہور کا جذبہ دیدنی تھا، لوگ اپنے گھروں سے عام استعمال کی چیزیں، بستر اور کھانے اپنے ساتھ لاتے اور مہاجرین میں تقسیم کر دیتے تھے۔مصنف قیامِ پاکستان کے فوراً بعد کی سیاسی صورت حال کو بیان کرتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

"اک قیامت عظمیٰ کے باوجود مہاجرین اور مقامی لوگوں کو پاکستان کی تخلیق پر ایک خاص قسم کی مسرت بھی تھی۔ وہ ان مصائب کو عارضی سمجھ رہے تھے اور پاکستان کو دائمی، قائداعظم سے محبت اور شیفتگی اور بڑھ گئی تھی... پاکستان کے حامیوں کی آوازیں دھیمی ہونے لگیں اور مخالفین کی آوازیں بلند سے بلند تر ہونے لگیں۔"(۷)

قیامِ پاکستان کے بعد اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے دو قومی نظریے کے خلاف معاشرے میں ایسا زہر گھولنا شروع کیا، جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس زہر کو چہار اطراف پھیلانے میں دانشور لوگ زیادہ تعداد میں تھے، جو پہلے یہی سمجھتے رہے کہ پاکستان کی ریاست سرے سے وجود میں ہی نہیں آ سکتی۔ اگر وجود میں آ بھی گئی تو بہت جلد اس کے حصے بخرے کر دیئے جائیں گے۔ ایسے مسلمان دانشوروں کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح نے قیامِ پاکستان کے بعد اپنی ایک تقریر میں واضح طور پر کہا تھا کہ دنیا کے ممالک کی اقوام میں حوصلہ اور بہادری پیدا کرنا دانشوروں کا ہی کام ہے لیکن پاکستان میں ایسے لوگوں کی اکثریت ابھی تک خوابِ غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ اپنی تہذہب و ثقافت اور مذہب کو شاید پسند نہیں کرتے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد بعض اخبارات میں آزادی کو بڑے طنزیہ انداز میں پیش کیا جاتا رہا تھا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب و اثرات اور بھارت کی ریشہ دوانیوں کے بارے میں مصنف آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ مشرقی پاکستان پر جب ہندوستانی افواج نے حملہ کیا تو وہاں پر دشمن کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے کوئی موجود نہ تھا۔ مصنف یہی سمجھتے تھے کہ محمد بن قاسم سے لے کر افواجِ پاکستان کے سامنے دشمن چاہے تعداد اور ہتھیاروں میں جتنی بھی سبقت رکھتا ہو مسلمانوں کے جذبہ ایمانی، بہادری، دلیری اور جوانمردی کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتا لیکن اس دفعہ حالات مختلف تھے۔ مصنف کی طرح بہت سے لوگ امریکی فوجی امداد اور ساتویں بحری بیڑے کے منتظر رہے، ادھر پاکستان کی نوّے ہزار فوج نے بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ پاکستانیوں کو ابھی تک ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے دوران ہندوؤں اور سکھوں کے مظالم نہیں بھولے تھے، پرانے زخم پھر سے تازہ ہونے لگے تھے۔ بالآخر دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گیا، پاکستان کا ایک بازو کاٹ دیا گیا اور مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش بن گیا۔ آپ بیتی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

میں مصنف پاکستان کی سیاسی و سماجی صورت حال کو ملکی درپیش مسائل کے تناظر میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔مصنف ذوالفقار علی بھٹو کی کرشماتی شخصیت اور ان کی سیاسی بصیرت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

> ”ذوالفقار علی بھٹو محض سیاسی رہ نما نہیں ہے۔اس نے ہمیں دوبارہ جنم دیا تھا۔اس نے ایک نیا پاکستان تعمیر کیا تھا اور اپنی تمام انسانی فطری کمزوریوں کے باوجود وہ پاکستان کی علامت ہے اور جب کسی قوم کی علامت اس سے چھین لی جائے تو اس قوم کو اپنے منطقی نتیجے تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی۔“(۸)

آپ بیتی میں مصنف ذوالفقار علی بھٹو کی مثبت پالیسیوں کو سراہتے ہوئے، ان کے ناقدین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بھٹو کا قصور کیا تھا، جس کی اسے اتنی بڑی سزا دی گئی تھی۔مصنف کے بقول بھٹو ہی تھا جس نے ”ناقابلِ تسخیر پاکستان“ کا نعرہ بلند کیا، جمہوریت کو بحال کرایا، اسلامی کانفرنس منعقد کروائی، ری پراسیسنگ پلانٹ کا قیام، زرعی اصلاحات اور پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کا آغاز کیا تھا۔

آپ بیتی میں مصنف نے جن احباب کا ذکر تواتر سے کیا ہے، ان میں ناصرؔ کاظمی، احسان دانش، خواجہ حسن نظامی، سیّد عابد علی عابد، فراق گورکھ پوری، ڈاکٹر وحید قریشی، میرا جی، پطرس بخاری، باقی صدیقی، بقا نقوی، سجاد باقر رضوی، یوسف ظفر ، جگرمراد آبادی، ڈاکٹر سہیل احمد خان، حفیظ ہوشیارپوری، ڈاکٹر تاثیر، احسان اللہ خان، تاجور نجیب آبادی، مختار صدیقی، یوسف جمال انصاری اور ڈاکٹر احرار نقوی شامل ہیں۔سیاسی قائدین میں علامہ اقبال، قائداعظم اور ذوالفقار علی بھٹو کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا ہے۔ان شخصیات کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:

> ”ان میں سے اقبال، قائداعظم، پروفیسر سید عابد علی عابد، یوسف ظفر، ناصرؔ کاظمی، بقا نقوی کے تذکرے سے فی الحال میں اپنی روح کے زخموں پر پھاہا رکھ رہا ہوں۔“(۹)

شہرت بخاری نے اپنی سرگزشت میں جن سیاسی و سماجی عوامل کو موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ان میں اہم مسجد شہید گنج کے واقعہ کے اسباب، غازی علم دین شہید کے حالات، قرار دادِ پاکستان کے جلسے منعقدہ منٹو پارک لاہور کے مشاہدات کا تفصیلی تذکرہ، قائداعظم محمد علی جناح کے انتقال، اس کے بعد کے سیاسی انحطاط کا مکمل احوال اور پاکستان کی سیاست پر مارشل لاء کے اثرات کا مکمل جائزہ اپنے مخصوص جذباتی انداز

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

فکر میں کیا ہے۔ سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی پر مصنف نے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ اعلان تاشقند کے بعد پاکستان کے حالات یکسر بدل گیے، مصنف نے بھٹو کو پھانسی لگائے جانے پر انہیں شہید قرار دیا اور اس دکھ میں اپنا گھر تک لٹا دیا۔(۱۰)

خودنوشت میں مصنف نے عالمی ادبی تحریکوں، بین الاقوامی سیاسی معاملات اور اقتصادیات کے مسائل پر اپنے تاثرات کا اظہار کرنے کی بجائے پاکستان کے سیاسی و سماجی تناظرات، ادب اور سیاست سے جڑی شخصیات کا تذکرہ، تحریک پاکستان کے کارکنان کا مفصل احوال، اپنے دوست احباب سے تعلقات اور اپنے ذاتی دکھوں کو حقیقت پسندی سے بیان کیا ہے۔ شہرت بخاری سچے اور پکے قسم کے روایت پسند شاعر تھے۔ روایت پسندی کے بہت قائل تھے اور ادب یا زندگی میں جب بھی کوئی نئی بات کا آغاز ہوتا تو غصے میں آ جاتے۔(۱۱) آپ بیتی میں جہاں لاہور کی سماجی زندگی کی جھلک ملتی ہے وہاں پر ادبی سرگرمیوں میں پاک ٹی ہاؤس کے کردار کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ بلاشبہ اس آپ بیتی میں مصنف کی ذات کے علاوہ ان سے میل ملاقات رکھنے والی ہستیوں کے افعال و اعمال کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہرت بخاری کی آپ بیتی بیسویں صدی کی سیاسی، سماجی اور ادبی منظرنامہ کو واضح کرتی دکھائی دیتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین، اصناف ادب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص:۱۶۶
۲۔ صبیحہ انور، ڈاکٹر، اردو میں خودنوشت سوانح حیات، لکھنو: نامی پریس، ۱۹۸۲ء، ص:۳۰
۳۔ محمد عمر رضا، ڈاکٹر، اردو میں سوانحی ادب فن و روایت، لاہور: فکشن ہاوس، ۲۰۱۲ء، ص:۱۱۷-۱۱۸
۴۔ محمد عمر رضا، ڈاکٹر، اردو میں سوانحی ادب فن و روایت، ص:۱۱۹
۵۔ شہرت بخاری، کھوئے ہوؤں کی جستجو، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص:۲۲۸-۲۲۹
۶۔ شہرت بخاری، کھوئے ہوؤں کی جستجو، ص:۲۳۰-۲۳۱
۷۔ شہرت بخاری، کھوئے ہوؤں کی جستجو، ص:۲۳۱-۲۳۲
۸۔ شہرت بخاری، کھوئے ہوؤں کی جستجو، ص:۳۱۳
۹۔ شہرت بخاری، کھوئے ہوؤں کی جستجو، ص:۱۳
۱۰۔ انتظار حسین، شہرت بخاری مرحوم، لاہور: مشمولہ راوی، جلد۸۹، واحد شمارہ، ۲۰۰۲ء، ص:۱۴۲
۱۱۔ انتظار حسین، شہرت بخاری مرحوم، لاہور: مشمولہ راوی، ص:۱۴۱

ماخذ:

۱۔ ہاشمی، ڈاکٹر رفیع الدین، اصناف ادب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 5 No.4 2021

۲۔ صبیحہ انور، ڈاکٹر، اردو میں خود نوشت سوانح حیات، لکھنو: نامی پریس، ۱۹۸۲ء
۳۔ محمد عمر رضا، ڈاکٹر، اردو میں سوانحی ادب فن وروایت، لاہور: فکشن ہاوس، ۲۰۱۲ء
۴۔ شہرت بخاری، کھوئے ہوؤں کی جستجو، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء
۵۔ انتظار حسین، شہرت بخاری مرحوم، لاہور: مشمولہ راوی، جلد۸۹، واحد شمارہ، ۲۰۰۲ء